انفاق فی سبیل اللہ کرتے وقت تقویٰ سے کام لیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۳/جولائی ۱۹۸۲ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے سورۂ محمدؐ کی آخری آیت پڑھی:

هَٰٓأَنتُمْ هَٰٓؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنفِقُوا۟ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ فَمِنكُم مَّن يَبْخَلُ ۖ وَمَن يَبْخَلْ فَإِنَّمَا يَبْخَلُ عَن نَّفْسِهِۦ ۚ وَٱللَّهُ ٱلْغَنِىُّ وَأَنتُمُ ٱلْفُقَرَآءُ ۚ وَإِن تَتَوَلَّوْا۟ يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوٓا۟ أَمْثَٰلَكُم (محمد:۳۹)

پھر فرمایا:

یہ آیت قرآنی جو میں نے سورۂ محمد (ﷺ) سے اخذ کی ہے، اس میں اللہ تعالیٰ مومنوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے لیکن مومنوں سے مراد مومنوں میں سے اول اور سابقون مراد نہیں۔ یہاں مومنوں کا وہ طبقہ مراد ہے جو آخر پر پیچھے رہنے والے ہیں۔ اور ابھی پوری طرح ایمان ان کے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔

اللہ تعالیٰ کے رسول کو یہ ارشاد ہوتا ہے کہ ان سے یہ کہہ دو یا اعلان کر دو کہ:

هَٰٓأَنتُمْ هَٰٓؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنفِقُوا۟ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ

خبردار! تم وہ لوگ ہو جن کو اس طرف بلایا جارہا ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔

فَمِنۡكُمۡ مَّنۡ يَّبۡخَلُ ۚ تم میں ایسے بھی ہیں جو بخل سے کام لیتے ہیں اور جو کوئی بخل سے کام لے اللہ تعالیٰ اس کے بارہ میں بھی بخل سے کام لینے لگتا ہے۔ وَاللّٰهُ الۡغَنِىُّ یہ باطل خیال دل سے نکال ڈالو کہ اللہ تمہارے چندوں کا محتاج ہے۔ اللہ غنی ہے۔

وَ اَنۡتُمُ الۡفُقَرَآءُ تم فقیر ہو جو ہر بات میں اس کے محتاج ہو اور ان وہموں میں مبتلا ہو جاتے ہو کہ گویا نظام سلسلہ کو ہم چندے دے دے کے چلا رہے ہیں۔ وَاِنۡ تَتَوَلَّوۡا يَسۡتَبۡدِلۡ قَوۡمًا غَيۡرَكُمۡ اللہ کے کام بہر حال جاری رہیں گے۔ تم اگر پھر گئے تو خدا تمہارے بدلے ایک دوسری قوم کو لے آئے گا۔ ثُمَّ لَا يَكُوۡنُوۡۤا اَمۡثَالَكُمۡ پھر وہ تم جیسے نہیں ہوں گے۔

اس آیت کا انتخاب میں نے اس وجہ سے کیا ہے کہ اس سے پہلے میں نے مومنین کے صف اول کے طبقہ کا ذکر ایک گزشتہ خطبہ میں کیا تھا۔ جن کے خلوص اور تقویٰ اور بے مثال مالی قربانیوں کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے بیشمار فضل سلسلہ عالیہ احمدیہ پر ہوتے رہے، ہو رہے ہیں اور آئندہ بھی ہوتے رہیں گے۔ لیکن خلیفہ وقت کا کام اپنے آقا کی کامل متابعت ہے۔ اور خلیفہ کا آقا نبی ہوتا ہے اور نبیوں میں بھی نبیوں کے امام حضرت محمد مصطفی ﷺ ہی میرے مطاع ہیں اور آپؐ ہی کی پیروی پر میں پابند کیا گیا ہوں اور غلامانہ طور پر مسخر کیا گیا ہوں۔ اور تمام انبیاء کی زندگی کا اور ان کے کاموں کا خلاصہ اللہ تعالیٰ نے دو لفظوں میں نکالا ہے۔

ثُمَّ لَا يَكُوۡنُوۡۤا اَمۡثَالَكُمۡ وہ بشیر بھی ہوتے ہیں اور نذیر بھی ہوتے۔ زندگی کا صرف ایک پہلو نہیں لیتے۔ دوسرا پہلو بھی اختیار کرتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ قوموں کو ترقی کی راہ پر گامزن کرنے کیلئے دو قسم کے محرکات کارفرما ہوا کرتے ہیں۔ ایک طمع کا اور ایک خوف کا۔ پس وہ بشارتیں دے دے کر بھی لوگوں کو آگے بڑھاتے ہیں اور ڈرا ڈرا کر بھی لوگوں کو آگے بڑھاتے ہیں۔ اور زندگی کے یہی دو محرکات ساری کائنات پر پھیلے پڑے ہیں۔ جہاں بھی زندگی کا وجود ملتا ہے انہی دو محرکات پر وہ توجہ دیتے۔ یہ مرکزی طاقت ہے جس سے قومیں انرجی یعنی قوت حاصل کر کے آگے بڑھتی ہیں۔

پس پہلا خطبہ بشیر کے غلام کی حیثیت سے تھا اور یہ خطبہ نذیر کے غلام کی حیثیت سے دے رہا ہوں۔

ضروری ہے کہ جماعت کو ان خطرات سے بھی آگاہ کیا جائے جو مالی نظام میں شامل ہونے کے نتیجہ میں جماعت کے ایک طبقہ کو درپیش ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ جماعت کا سارے کا سارا مالی نظام تقویٰ پر مبنی ہے اور جب میں یہ کہتا ہوں کہ میں آج ایک خاص معاملہ کے متعلق توجہ دلانا چاہتا ہوں، خبردار کرنا چاہتا ہوں، تو میری مراد صرف یہ ہے کہ ہم خدا کی خاطر جو بھی مال پیش کرتے ہیں وہ خالصۃً تقویٰ پر مبنی ہو۔ اور اس کے سوا کوئی مال اس پاک مال میں شامل نہ ہو اور وہ مخلصین جماعت جو انتہائی اعلیٰ معیار کی قربانی کر کے ایک طیب مال ہدیۃً اپنے رب کے حضور پیش کرتے ہیں وہ گندے مال کے ساتھ مل کر ملوث نہ ہو جائے۔ یہ فیصلہ اللہ ہی بہتر کر سکتا ہے کہ کون سا مال پاک ہے اور کون سا نہیں ہے۔ وہی دلوں پر نظر رکھتا ہے۔

يَعْلَمُ السِّرَّ وَ اَخْفٰى (طٰہٰ:۸)

وہ تمہارے رازوں کو بھی جانتا ہے ایسے رازوں کو جن سے تم بھی واقف ہو اور چھپائے پھرتے ہو۔ وَ اَخْفٰى اور ایسے رازوں سے بھی باخبر ہے جن کو تم بھی نہیں جانتے۔ تمہارے ضمیر میں ڈوبے ہوئے، آنکھوں سے اس حد تک اوجھل ہو چکے ہیں وہ راز کہ تم بھول چکے ہو۔ مگر اللہ کو یاد ہیں۔

پس درحقیقت یہ فیصلہ خدا کرے گا نظام سلسلہ نہیں کرے گا کہ کون سا مال پاک ہے اور ان شرائط کو پورا کر رہا ہے جن شرائط کے ساتھ چندے اپنے رب کے حضور پیش ہونے چاہئیں اور کون سا مال نفس کی ملونی کے نتیجہ میں گندا ہو چکا ہے۔

میں تو اصولاً آپ کے سامنے بعض خطرات رکھتا ہوں اور آپ خود اپنے نگران ہوں گے اور اپنے رب سے دعائیں کریں گے کہ اللہ! تو ہمیں بہترین نگرانی کی توفیق عطا فرما۔ اور ہمارے مخفی شر سے ہمیں محفوظ رکھ اور وہ ادنیٰ سے ادنیٰ کیڑا بھی جو اموال کو لگتا ہے اور تیرے حضور پہنچنے سے ان کو قاصر کر دیتا ہے ان کیڑوں سے بھی ہمیں بچا کیونکہ جب تک اللہ کی مدد اور نصرت شامل نہ ہو خدا کے حضور دیئے جانے والے اموال پاک نہیں ہو سکتے۔

حضرت مسیح نے یعنی مسیح اولؑ نے ایک بہت ہی پیارا فقرہ کہا۔ وہ کہتے ہیں اور یہ ان کی نصیحت تھی اپنے ماننے والوں کو:

''اپنے واسطے زمین پر مال جمع نہ کرو جہاں کیڑا اور زنگ خراب کرتا ہے

اور جہاں چور نقب لگاتے اور چراتے ہیں بلکہ اپنے لئے آسمان پر مال جمع کرو
جہاں نہ کیڑا خراب کرتا ہے نہ زنگ اور نہ وہاں چور نقب لگاتے اور چراتے ہیں‘‘
(متی باب ٦ آیت ۹)

یہ بہت ہی پیاری نصیحت ہے ۔لیکن کامل نہیں کیونکہ کامل دین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل ہوا اور ایک قدم آگے بڑھ کر اس نصیحت میں جو کمزوریاں رہ گئی تھیں ان کی طرف بھی قرآن کریم نے توجہ دلائی ۔ خدا کے حضور صرف مال پیش کرنا کافی نہیں ہے۔اس مال کو پیش کرنے کے لئے جو تفصیلی شرائط درکار ہیں قرآن ان سے آگاہ فرماتا ہے اور کہتا ہے مال بھیج کر اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جانا کہ ابھی یہ کیڑوں اور چوروں اور ڈاکوؤں اور زنگ سے ہمیشہ کیلئے محفوظ ہو گیا اور خدا کے حضور پہنچ گیا۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (آل عمران: ۹۳)

جب تک تم ایسا مال پیش نہیں کرو گے جس سے تم محبت رکھتے ہو۔اور اس محبت کے باوجود خدا کے حضور پیش نہیں کرو گے اس وقت تک خدا کو کچھ نہیں پہنچے گا۔

يَنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ (الحج: ۳۸) اگر تقویٰ سے خالی مال ہوگا تو وہ بھی نہیں پہنچے گا۔
لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى (البقرہ: ۲۶۵) احسان جتا کر اور تکلیفیں دے کر بھی اپنے مال کو ضائع نہ کرنا۔

غرض بہت سی ایسی بیماریاں ہیں جو اموال کے ساتھ لگ جاتی ہیں اور گھن کی طرح ان کو کھا جاتی ہیں۔ان سب کی طرف قرآن کریم نے توجہ دلائی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بارہ میں نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’یہ اشتہار کوئی معمولی تحریر نہیں بلکہ ان لوگوں کے ساتھ جو مرید کہلاتے ہیں، یہ آخری فیصلہ کرتا ہوں۔ مجھے خدا نے بتلایا ہے کہ میرا انہیں سے پیوند ہے یعنی وہی خدا کے دفتر میں مرید ہیں جو اعانت اور نصرت میں مشغول ہیں۔مگر بہتیرے ایسے ہیں کہ گویا خدا تعالیٰ کو دھوکا دینا چاہتے ہیں۔سو ہر ایک ہر شخص کو چاہئے کہ اس نئے نظام کے بعد نئے سرے عہد کر کے اپنی خاص تحریر

سے اطلاع دے کہ وہ ایک فرض حتمی کے طور پر اس قدر چندہ ماہواری بھیج سکتا ہے مگر چاہئے کہ اس میں لاف وگزاف نہ ہو۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ ۴۶۸)

یعنی اگر انسان کے چندوں میں جھوٹ کی ملونی شامل ہو جائے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے ارشاد کے مطابق ایسے لوگ ان لوگوں میں شمار نہیں ہوں گے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے آپ کو خبر دی کہ میرا ان سے پیوند ہے۔ پس اپنا پیوند امام وقت کے ساتھ مضبوط کرنے کے لئے اپنے اموال کو اس نظر سے دیکھو کہ وہ کس حد تک پاکیزہ ہیں اور کس حد تک ان میں نفس کی ملونی یا جھوٹ کی ملونی شامل ہو چکی ہے۔

اس ضمن میں سب سے اہم اور بنیادی بات یہ ہے کہ جب تک جماعت میں مجلس شوریٰ کے مشورہ سے خلیفہ وقت نے ایک شرح مقرر کر رکھی ہو اس وقت تک اس شرح میں بددیانتی سے کام نہیں لینا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جتنا مال دیتا ہے وہ جانتا ہے کہ کتنا دے رہا ہے جس نے خود دیا ہو اس سے دھوکہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کیسی احمقانہ کوشش ہے وہی نقشہ ذہن میں آ جاتا ہے۔

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ؕ﴿۱۰﴾ (البقرہ:۱۰)

خدا کو دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ کیسے دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کہہ کر وضاحت فرمادی کہ براہ راست تو خدا کو دھوکا کوئی نہیں دے سکتا۔ خدا پر ایمان لانے والے جو خدا کے نام پر ان کے ساتھ معاملہ کر رہے ہوتے ہیں ان کو دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہیں جو دراصل خدا کو دھوکا دینے کے مترادف ہوتا ہے لیکن ان کی کوشش کا خلاصہ یہ ہے:

وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ اپنے نفس کے سوا وہ کسی اور کو دھوکا نہیں دے رہے۔

یہ ہے نفاق کا وہ مضمون جو ساری دنیا کے ہر عمل میں پھیلا پڑا ہے وہ تمام مذاہب جو خدا کی طرف منسوب ہونے والے مذاہب ہیں ان کی ساری تاریخ کا یہ خلاصہ ہے کہ ایک بہت بڑی تعداد ان میں ایسی شامل ہو جاتی ہے جو اپنے نفس کو دھوکا دیتے ہوئے یہ سمجھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ جھوٹ بولا جا سکتا ہے۔ نہیں بولا جا سکتا۔ یہ ناممکن ہے۔ رازق وہ ہے جو آپ کے محکمہ میں کام کر رہا

ہو اور اسے آپ نے کل تنخواہ دی ہو ایک ہزار روپیہ اور دوسرے دن آکر وہ آپ سے کہے کہ آپ نے کہا تھا کہ دس فیصدی مجھے واپس کر دینا تو آپ نے جو پچاس روپے مجھے دیے تھے میں پانچ روپے واپس کر رہا ہوں۔ آپ مان جائیں گے اس کی بات؟ اس سے بڑا احمق اور کون ہو سکتا ہے لیکن اگر آپ کا کارندہ اس کے پاس جا رہا ہے اور وہ اس دھوکے میں مبتلا ہے کہ اس کارندے کو پتہ نہیں کہ مجھے کتنی رقم دی گئی تھی تو پھر ایسا شخص زیادہ جرأت کے ساتھ دھوکا دینے کی کوشش کرے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان کی بڑی بیوقوفی ہے۔ کارندے تو مہرے ہیں ان کی تو ذاتی کوئی بھی حیثیت نہیں جب ان کو دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہو تو میں دیکھ رہا ہوتا ہوں۔ میری نظر پڑ رہی ہوتی ہے تمہارے دلوں پر تمہاری زبان پر۔ تمہاری تحریر پر اور تم جو دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہو میں تمہارے دھوکے میں کبھی نہیں آسکتا اور کبھی نہیں آؤں گا اور یہ مومن بھی تمہارے دھوکے میں نہیں آتے۔ اخلاق کے لحاظ سے ادب کے تقاضوں کے پیش نظر اور یہ سوچتے ہوئے کہ ان کی دل شکنی نہ ہو کہ ہم ان پر اعتماد نہیں کرتے خواہ تمہیں یہ کہتے رہیں کہ بہت اچھا ہم اسے منظور کرتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ بھی صاحب فراست بندے ہیں۔ نہ تو تم مجھے دھوکا دے سکتے ہو نہ ان بندوں کو دھوکا دے سکتے ہو۔ تمہارا رہن سہن، تمہارا معاشرہ۔ تمہاری زندگی کی اقدار ساری کی ساری یہ بتا رہی ہیں کہ تمہارے اموال کتنے ہیں۔ مگر چونکہ یہ ایک ٹیکس کا نظام نہیں۔ اس لئے اخلاقاً بھی، تہذیباً بھی اور نظام سلسلہ کی پیروی میں بھی جملہ کارکنان سلسلہ جو منہ سے کوئی کہتا ہے وہ اسے قبول کر لیتے ہیں۔ یہ جانتے ہوئے بھی قبول کر لیتے ہیں کہ یہ شخص کہنے والا اپنے قول میں سچا نہیں ہے لیکن واقعات جو گزر جاتے ہیں وہ ایسے تمام دھوکے دینے والوں کے لئے انتہائی خطرہ کا موجب بن جاتے ہیں۔ ان کی ساری عمر کی قربانیاں رائیگاں جاتی ہیں۔ ان کے اموال سے برکت چھین لی جاتی ہے۔ وہ طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ان کو چٹیاں پڑتی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ جو جانتا ہے اس کے عطا کے رستے بھی بہت ہیں اور واپس لے لینے کے رستے بھی بہت ہیں۔ رزق سے جو برکتیں ملا کرتی ہیں چین اور تسکین اور آرام جان کی برکتیں، وہ برکتیں بھی ان سے چھین لی جاتی ہیں۔ بسا اوقات ایسے خاندانوں کے بچے ان کی آنکھوں کے سامنے ضائع ہو رہے ہوتے ہیں وہ کچھ نہیں کر سکتے۔

ایک دفعہ ایک جماعت کے امیر نے مجھے بتایا کہ نو جوانی میں میرا یہ حال تھا اگر چہ دھوکا تو

نہیں دیتا تھا چندہ میں مگر سب سے آخر پر چندہ ادا کیا کرتا تھا اور پہلے اپنی ضرورتوں کو ترجیح دیتا تھا اور یہ سمجھ کر کہ بہت اچھا خدا کا قرضہ مجھ پر چڑھ رہا ہے کسی دن اتار دوں گا۔ میں اپنے نفس کو مطمئن کر لیتا تھا۔ انہوں نے کہا کہ اللہ گواہ ہے اور میں سچ کہہ رہا ہوں کہ وہ سارا دور مجھ پر اتنی پریشانیوں کا گزرا ہے کہ ایک مصیبت سے نکل کر دوسری مصیبت میں مبتلا ہو جاتا تھا۔ خدا کا مقروض ہی نہیں رہا بندوں کا مقروض بھی بن گیا۔ میں اپنی جن ذاتی ضروریات کو ترجیح دیتا تھا، وہ ضروریات پوری ہونے میں نہیں آتی تھیں ۔ جس طرح جہنم کہے گی ۔هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ (ق:۳۱) اس طرح میری ضروریات هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ کا تقاضا کرتی چلی جاتی تھیں کرتی چلی جاتی تھیں۔ آخر ایک دن میں نے فیصلہ کیا کہ اے خدا! تیرا حق پہلے دوں گا چاہے کچھ گزر جائے میری جان پر ۔ چاہے میرے بچے فاقے کریں۔ میں بہر حال تیرا حق پہلے ادا کروں گا۔ تو مجھ سے رحم کا معاملہ کر۔ وہ کہتے ہیں وہ دن اور آج کا دن میں نے تنگی کا نام کبھی نہیں دیکھا۔ ہر بات میں برکت پڑ گئی۔ ہر نقصان ختم ہو گیا۔

پس اللہ تعالیٰ جو دینے والا ہے جو رازق ہے اس کے ساتھ صدق و سداد کا معاملہ کرو۔ تمہاری قربانیاں بھی کام آئیں گی اور ان قربانیوں کے نتیجہ میں تم مزید فضلوں کے وارث بنائے جاؤ گے۔ خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے تم کیوں خوف کھاتے ہو۔ یہی تو وہ خرچ ہے جو تمہاری آمد کا ذریعہ ہے اور یہی تو وہ خرچ ہے جو برکتوں کا موجب ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانے میں آپ کے صحابہ میں سے جنہوں نے تھوڑے تھوڑے مال بھی آپ کے حضور پیش کئے ۔ بعض نے بڑی بڑی قربانیاں بھی کیں۔ لیکن ان سب کے خاندان اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے دنیوی لحاظ سے بھی ایسے وارث بنے کہ وہ پہچانے نہیں جاتے اور حیرت انگیز طور پر ان کے اموال میں برکت دی گئی۔ مگر جیسا کہ میں نے کل (عید الفطر) کے خطبہ میں کہا تھا:

فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۙ﴿٦﴾ إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۗ﴿٧﴾ کا مضمون یہاں بھی حاوی ہے۔ وہ ایک عسر سے نکالے گئے اور ایک یسر میں داخل کئے گئے ۔ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے باعث اور اس کے رحم اور کرم کے نتیجہ میں اور وہ غلطی سے یہ سمجھنے لگے کہ یہ ہماری ذاتی کوشش کا نتیجہ ہے اور یہ یسر ہمارے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ ہم اس خاطر پیدا کئے گئے ہیں کہ آسائش کی زندگی گزاریں اور وہ یہ

بھول گئے کہ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا کا ایک اور دور بھی چلتا ہے اور اللہ تعالیٰ ایک اور طریق پر بعض دفعہ ایسے لوگوں سے انتقام لیتا ہے۔ بعض دفعہ دوبارہ دنیا کی مصیبتوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔ دوبارہ مشکلات میں ڈال دیتا ہے۔ ان کے اموال غائب ہوتے جاتے ہیں اور دیکھتے دیکھتے ہاتھوں سے دولتیں نکل جاتی ہیں اور پھر وہ خاندان دوبارہ فلاکت نصیب ہو جاتا ہے۔ لیکن اس سے بھی زیادہ سخت سزا ایک اور طرح سے ملتی ہے۔ اور وہ خدا کا یہ قانون ہے کہ اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے اور پھر روشنیوں سے اندھیرے کی طرف بھی لے جاتا ہے۔ اور جب خدا زیادہ سخت سزا دینا چاہے تو ایسے خاندانوں کو بظاہر مالی لحاظ سے اور دنیوی لحاظ سے تو روشنی ہی میں رہنے دیتا ہے۔ مگر نور ان سے چھین لیتا ہے جوان کے ماں باپ کے اخلاص کا نور تھا جس کے ذریعہ سے یہ دنیا ان کو ملی تھی اور وہ روحانی لحاظ سے روشنیوں سے نکل کر اندھیروں میں داخل ہو رہے ہوتے ہیں اور یہ بہت ہی برا سودا ہے۔ یہ کہ دین بیچ کر دنیا حاصل کر لی۔ اور دنیا کے ذریعہ دین کو حاصل نہ کر سکے بلکہ جو دین ان کے باپ دادا ان کے آباء واجداد نے کمایا تھا، وہ دین بھی اپنے ہاتھوں سے کھو بیٹھے۔ اس سے برا اور اس سے زیادہ گھاٹے والا دردناک سودا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

پس آج میرے مخاطب ایسے ہی لوگ ہیں جن کی کوئی تعیین کرنے کا نہ مجھے حق ہے نہ آپ کو حق ہے۔ ان میں سے ہر ایک کا معاملہ اپنے خدا کے ساتھ ہے۔ میرا فرض ہے کہ میں متنبہ کروں کیونکہ میں اس آقاؐ اس سب سیدوں کے آقاؐ کے غلام کی خلافت کے منصب پر بیٹھا ہوا ہوں اور اس کے سوا میں کچھ کہہ ہی نہیں سکتا جو حضرت محمد مصطفی ﷺ فرماتے رہے اور جو آپؐ کی پیروی میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تعلیم دی۔ اس لئے میں مجبور ہوں یہ باتیں کہنے پر بھی۔ میں نے بشارت کے پہلو بھی آپ کو دکھائے اور آپ کے دل خوش ہوئے اور حمد سے بھر گئے اور اب یہ پہلو بھی قابل غور ہے کہ نبی کا کام نذیر بننا بھی ہے۔ خطرناک راستوں سے خطرناک مواقع سے آپ کو بچانے کے لئے متنبہ کرنا بھی ہے اور انبیاء کے سچے متبعین وہی ہوتے ہیں جو آقا کے ارادوں کے مطابق ڈھلتے اور وہی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم نے حضرت محمد مصطفی ﷺ کے بشیر اور نذیر ہونے کی حیثیت سے آپؐ کے غلاموں کی بھی ایک تصویر کھینچی۔ وہاں بھی بالکل یہی مضمون نظر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا

وَّطَمَعًا ۫ وَّ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۱۷﴾ (السجدہ: ۱۷) کہ محمد مصطفی ﷺ نے انذار اور تبشیر کا حق خوب خوب ادا کیا۔ ایسا کہ اپنے سارے متبعین کو انذار اور تبشیر کے سانچوں میں ڈھال دیا وہ خدا کی محبت اور طمع میں یعنی بشارتوں کے نتیجہ میں راتوں کو اٹھ کر اس کے حضور حاضر ہونے کی کوشش کرتے ہیں تا کہ اس کے زیادہ سے زیادہ فضلوں کے وارث بن سکیں اور اس خوف سے بھی اٹھتے ہیں کہ مبادا ہم اپنی بداعمالیوں کے نتیجہ میں ان نعمتوں سے محروم رہ جائیں جو نعمتیں حضرت محمد مصطفی ؐ کے ذریعہ ہمیں عطا کی جارہی ہیں کہا کرتے ہیں وہ راتوں کو اٹھ کر يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وہ خدا کو خوف سے بھی یاد کرتے ہیں اور طمع کے ساتھ بھی یاد کرتے ہیں وَّ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ اور ان کے انفاق فی سبیل اللہ کا ایک سلسلہ جاری ہے۔ ہم دیتے چلے جاتے ہیں اور یہ خرچ کرتے چلے جاتے ہیں۔ یہ ہے وہ کوثر جو حضرت محمد مصطفی ﷺ نے بہائی اور اس کوثر کی زندگی کی ضمانت کے طور پر ہم پیدا کئے گئے ہیں۔ ہم ہیں جن کے سپرد اللہ تعالیٰ نے اس کوثر سے جام بھر بھر کے ساری دنیا کو پلانے کا کام کیا ہے۔ اس کوثر کو اپنی قربانیوں سے بھر دیں لیکن یاد رکھیں کہ یہ کوثر ایک سب سے پاک رسول ؐ کی قربانیوں کا ایک تالاب ہے اس میں گندا قطرہ نہیں جائے گا۔ نفس کی ملونی کا ایک ذرہ بھی اس میں داخل نہ کیا جائے گا۔ ورنہ آپ قربانی کرنے والوں کے گروہ میں نہیں لکھے جائیں گے بلکہ قربانی کرنے والوں کی قربانیوں کو گندا کرنے والوں کے گروہ میں لکھے جائیں گے۔ اس خوف کے ساتھ اپنے نفوس کا محاسبہ کرتے رہیں اور دعا کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ اس مالی نظام کو ہر پہلو سے پاک اور صاف رکھے اور ہمارے نفس کی ملونیوں سے اس کو بچائے۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر جماعت کا ایک طبقہ اس معاملہ میں تقویٰ شعاری اختیار کرے اور غیر اللہ کا خوف نہ کھائے۔ شرک نہ کرے اور اس بات پر قائم ہو جائے کہ خدا کی راہ میں میں جو بھی دوں گا۔ سچائی کے ساتھ دوں گا۔ تو آج شرح بڑھائے بغیر بھی ہمارا چندہ دوگنا بھی ہوسکتا ہے۔ کیونکہ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ کی جو جماعت اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے۔ حضرت محمد مصطفی ﷺ کو اور بعد میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ جماعت من حیث الجماعت ساری جماعت کا خلاصہ ہوتی ہے اور عددی لحاظ سے یہ کم ہوتی ہے۔ اس سے میں یہ اندازہ کرتا ہوں کہ ایک بڑی اکثریت ایسی ہوگی، جو ابھی تک مالی امور میں تقویٰ کے اعلیٰ معیار پر پوری نہیں اتری۔ اگر وہ اکثریت بھی تقویٰ کے معیار پر

پوری اتر جائے تو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ یقیناً ہمارے چندوں میں غیر معمولی برکت ملے گی۔

اب جب میں آپ کو اس مضمون کی طرف توجہ دلا رہا ہوں تو میرے دل میں ایک خوف بھی ہے۔ وہ خوف اچھا ہے پیارا خوف ہے۔ لیکن ہے خوف اور وہ خوف یہ ہے کہ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ ہر تحریک کے وقت خود ہی آگے آجاتے ہیں۔ وہ مخاطب نہ بھی ہوں ان کے کانوں میں جب آواز پڑتی ہے تو وہ اپنے جائز چندوں سے زیادہ آگے بڑھا کر دینے لگ جاتے ہیں اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ گویا ساری جماعت نے ایک قدم اور آگے بڑھا لیا اس لئے میں آپ کو متوجہ کرتا ہوں کہ وہ سارے مخلصین جماعت جو تقویٰ شعاری کے ساتھ شرح کے مطابق چندہ دے رہے ہیں وہ میرے مخاطب نہیں ہیں وہ اسی طرح چندے دیں۔ میں جانتا ہوں ان کی تو کیفیت یہ ہے کہ اگر ان کو یہ کہا جائے کہ اپنا سب مال پیش کر دو تو وہ اپنا سب مال پیش کر دیں گے نہیں رکیں گے۔ ان کی آنکھوں کے سامنے ان کے بیوی بچے ہلاک ہو رہے ہوں۔ بھوک سے تڑپ رہے ہوں وہ تب بھی نہیں رکیں گے۔ مخلصین کی یہ ایک کثیر جماعت ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا ہوئی ہے۔

ایک دفعہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ایک صحابی کے متعلق حضور نے تعریفی کلمات فرمائے (مجھے اس وقت ان کا نام یاد نہیں رہا) منشی صاحب تھے کوئی سیالکوٹ کے۔ ان کے متعلق حضور نے فرمایا کہ دیکھو! حضرت ابوبکرؓ کی طرح اس شخص نے بھی اپنا سب کچھ میرے حضور پیش کر دیا۔ اور اپنے لئے کچھ نہیں رکھا۔ جب ان کے کانوں میں یہ آواز پڑی تو تیزی کے ساتھ گھر گئے اور گھر کی جو چارپائیاں تھیں وہ بھی بیچ دیں کہ میرے آقا نے مجھ سے یہ حسن ظن رکھا اور میری چارپائیاں پڑی ہوئی ہیں۔ بچے ابھی تک ان چارپائیوں پر سو رہے ہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس جذبے والے غلام آج بھی موجود ہیں اور دین اسلام کی خاطر جماعت کو جب بھی ضرورت پڑے گی، وہ سب کچھ پیش کر دیں گے۔ مجھے اس میں ذرا بھی شک نہیں ۔خدا کے کام نہ رکے ہیں اور نہ رکیں گے اور ان مخلصین کی تعداد انشاء اللہ تعالیٰ بڑھتی چلی جائے گی۔ مجھے یہ خوف پیدا ہوا کہ اب بھی وہی نہ آگے آجائیں اس لئے وہ میرے مخاطب نہیں ہیں۔ بار بار مجھے یہ سمجھانا پڑ رہا ہے۔

جماعت کا ایک طبقہ جو میرے ذہن میں ہے جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا وہ تو ان بزرگوں کی اولادیں ہیں جن کی نیکیوں کے طفیل اللہ تعالیٰ نے ان کے اموال میں بہت وسعت دی۔ اور ایک ایسا طبقہ بھی ہے جو پاکستان میں بہت ہی مشکل سے زندگی بسر کر رہا تھا یا نسبتاً آسانی کی زندگی بھی بسر کر رہا تھا، اسے باہر جانے کی توفیق ملی اور وہ ایسے ممالک میں چلے گئے جہاں روپے کی ریل پیل ہے اور خدا تعالیٰ نے ان کو اتنا دیا اتنا دیا کہ کوئی نسبت ہی نہیں رہی اس مال سے جو وہ یہاں کمایا کرتے تھے اور بعض دفعہ زیادہ عطا بھی ایک کنجوسی کا موجب بن جاتی ہے۔ روپیہ زیادہ ہو جائے تو انسان یہ نہیں سوچتا کہ میں شرح کے مطابق دوں گا تو تب بھی غریب کے برابر نہیں پہنچوں گا۔ کوئی یہ سوچتا ہے کہ یہ تو ایک لاکھ بن جائے گا۔ یہ تو دس لاکھ بن جائے گا۔ جس کو خدا سال میں ایک کروڑ عطا فرما رہا ہے اس کے لئے اندازہ کریں کہ دس لاکھ کا جو تصور ہے وہ اس کے لئے کتنا بھیانک ہے کہ میں اکیلا دس لاکھ روپے سالانہ دوں یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ وہ کہتا ہے چلو دس ہزار بھی دوں تو بڑی چیز ہے۔ آخر جماعت کے کام نکل رہے ہیں۔ میرے دس ہزار سے بھی جماعت کو فائدہ ہی پہنچے گا نا۔ تو جس طرح صدقہ دیا جاتا ہے خیرات دی جاتی ہے اسی طرح وہ اللہ کو وہ چندہ واپس کر رہے ہوتے ہیں کتنی خطرناک بات ہے۔ کتنے دکھ کا مقام ہے۔ ان کو تو چاہئے کہ وہ اپنے غریب بھائیوں سے قربانی کے معیار کو زیادہ بلند کرنے کی کوشش کریں۔ کیونکہ وہ غریب جو تین سو روپے کما رہا ہے اور موصی ہے اور وہ تیس روپے سلسلہ کی خدمت میں اللہ کے نام پر پیش کر دیتا ہے اس کے دو سو ستر بھی اس کے لئے نہیں رہتے۔ ایسی قربانی پیش کرنے والا دوسرے چندوں میں بھی ہمیشہ پیش پیش ہوتا ہے۔ وہ پھر جاتا ہے تحریک جدید کا حساب دیکھتا ہے۔ کہتا ہے اس میں بھی میں آگے بڑھ جاؤں اس میں بھی میرا نام ان میں لکھا جائے جن کا نام السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ کی دعائیہ فہرست میں لکھا جاتا ہے۔ پھر وہاں بھی ادا کرتا ہے۔ پھر وہ وقف جدید کا حساب بھی دیکھتا ہے۔ پھر وہ صدقات کی مدیں بھی دیکھتا ہے کہ وہاں بھی مجھے موقع مل جائے۔ بہت تھوڑا اس کے پاس بچتا ہے۔ اتنا تھوڑا کہ جو زندگی کی قوت کو برقرار رکھنے کیلئے بھی کافی نہیں ہوتا۔ کہاں اس غریب کی قربانی اور کہاں اس امیر کی قربانی جو ایک کروڑ میں سے دس لاکھ دے رہا ہے۔ اس کے پاس اپنی ضرورت میں سے بہت زیادہ رقم یعنی نوے لاکھ روپے بچی ہوئی ہے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ روپیہ خود اپنی ذات میں حرص کا موجب بن جاتا ہے۔ بہت کم ہیں جو اس بخل سے بچائے

جاتے ہیں۔لیکن اللہ کی راہ میں صاف اور سیدھا ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اس معاملہ میں انسان اپنے نفس پر رحم نہ کرے۔حضرت محمد مصطفی ﷺ کے متعلق قرآن کریم نے یہ اعلان فرمایا:

اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ﴿۷۳﴾ (الاحزاب:۷۳)

کہ وہ جو رحمت للعالمین ہے غیروں کیلئے اپنے نفس کے لئے اس سے بڑھ کر ظالم ہے ہی کوئی نہیں۔وہ اپنے نفس پر حد سے زیادہ ظلم کرتا ہے۔

پس یہ ہے نقشہ مومن کی زندگی کا کہ غیروں کے لئے رحم اور اپنے نفس پر ظلم اور ایسا ظلم کہ وہ کبھی بھی نفس کو باغی نہ ہونے دے۔پس ایسے لوگوں سے میں یہ کہتا ہوں کہ وہ بھی اپنی فکر کریں۔کیونکہ اللہ تعالیٰ پھر ان برکتوں کو چھین لیا کرتا ہے۔وہ اس معاملہ میں انصاف کا سلوک کرتا ہے ایسے لوگوں کی اولادیں ضائع ہو جاتی ہیں۔وہ دکھوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں جیسا کہ میں نے پہلے بیان کیا ہے اور ان کے لئے بہت ہی خوف کا مقام ہے۔اللہ تعالیٰ ساری جماعت کو ان خطرات سے محفوظ رکھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں:

”تم یقیناً سمجھو کہ یہ کام آسمان سے ہے اور تمہاری خدمت صرف تمہاری بھلائی کیلئے ہے۔“

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ ۴۹۸)

پھر فرماتے ہیں:

”اور جو شخص ایسی ضروری مہمات میں مال خرچ کریگا (یہ دیکھیں کیسی زبردست ضمانت دی جارہی ہے مال خرچ کرنے والے کو) میں امید نہیں رکھتا کہ اس مال کے خرچ سے اس کے مال میں کچھ کمی آجائے گی۔بلکہ اس کے مال میں برکت ہوگی۔پس چاہئے کہ خدا تعالیٰ پر توکل کر کے پورے اخلاص اور جوش اور ہمت سے کام لیں کہ یہی وقت خدمت گزاری کا ہے۔پھر بعد اس کے وہ وقت آتا ہے کہ ایک سونے کا پہاڑ بھی اس راہ میں خرچ کریں تو اس وقت کے ایک پیسے کے برابر نہیں ہوتا۔“

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ ۴۹۷)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’تم میں سے ہر ایک کو جو حاضر یا غائب ہے تاکید کرتا ہوں کہ اپنے بھائیوں کو چندہ سے باخبر کرو اور ہر ایک کمزور بھائی کو بھی چندہ میں شامل کرو۔ یہ موقع ہاتھ نہیں آئے گا کیسا یہ زمانہ برکت کا ہے۔‘‘

(الحکم ۱۰/ جولائی ۱۹۰۳ء)

پھر فرماتے ہیں اور کیا خوب فرمایا ہے کہ روح وجد کرتی ہے اس کلام پر جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کلام ہے۔ دراصل سچائی کے چشمے سے جو کلام نکلتا ہے اس کی قوت ہی اور ہوا کرتی ہے۔ اسی کا نام قوت قدسیہ ہے۔ عمل کی سچائی۔ قول کی سچائی غرضیکہ سارا وجود ہی سچا ہو چکا ہوتا ہے۔ اسی کا نام حق ہے۔ اسی کا نام حق میں غائب ہو جانا ہے انسان کا۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام کو میں اس لئے پیش کر رہا ہوں کہ میری زبان میں کہاں وہ برکت جو حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے اس عاشق غلام کے کلام میں برکت ہے۔ اسی کی زبان میں میں آپ سے کہتا ہوں۔

’’ہر روز خدا تعالیٰ کی تازہ وحی تازہ بشارتوں سے بھری ہوئی نازل ہو رہی ہے اور خدا تعالیٰ نے متواتر ظاہر کر دیا ہے کہ واقعی اور قطعی طور پر وہی شخص اس جماعت میں داخل سمجھا جائے گا کہ اپنے عزیز مال کو اس راہ میں خرچ کرے گا۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ ۴۹۷)

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ اللہ کی نظر میں ہم اس جماعت میں شامل ہوں جس کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پیوند ہے۔

خطبہ ثانیہ کے دوران حضور نے فرمایا:

ابھی چند دن تک انشاء اللہ تعالیٰ میں اور سلسلہ کے بعض اور نمائندگان اس بابرکت سفر پر روانہ ہونے والے ہیں جس میں ہمیں اور کاموں کے علاوہ اول طور پر مسجد سپین کا افتتاح کرنا ہے۔ دوسرے احمدی احباب بھی سب دنیا سے وہاں بکثرت اکٹھے ہوں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

سفر پر جانے سے پہلے یہ میرا آخری خطبہ ہے یہاں اس وقت۔ میں صرف دو باتوں کی

نصیحت کرتا ہوں۔ ایک تو بکثرت دعاؤں کے ذریعہ اس تقریب میں شامل رہیں۔ جگہ کا فاصلہ خدا کی آنکھ کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ وہ تمام احمدی مرد ہوں یا عورتیں، بچے ہوں یا بڑے وہ سارے اللہ کی نگاہ میں اس تقریب میں شامل ہوں گے جو پورے خلوص اور درد کے ساتھ دعائیں کر رہے ہوں گے کہ اے خدا! اس تقریب کو ہر پہلو سے بابرکت بنا۔

دوسرے میں یہ کہوں گا کہ میری عدم موجودگی میں اپنے عفو اور مغفرت اور بھائی چارے کے معیار کو اور بھی زیادہ بڑھانے کی کوشش کریں۔ اللہ گواہ ہے کہ میرا دل ربوہ میں اٹکا رہے گا۔ مرکزی جماعت کا ایک اپنا مقام ہوتا ہے اور اس کے ساتھ جو پیار کا تعلق ہوتا ہے ویسے ساری جماعت کے ساتھ ہے مگر مرکز کی جماعت کے ساتھ پیار کا تعلق ایک حیثیت رکھتا ہے اس لئے یہ فکر رہے گی۔ خدا نہ کرے کہ وہ پریشانی میں تبدیل ہو کر آپ لوگ کہیں آپس میں چھوٹی چھوٹی باتوں پر الجھیں نہیں۔ بلا وجہ اختلافات میں مبتلا ہو کر میرے لئے دکھ کا موجب نہ بنیں اپنے بہن بھائیوں کے لئے دکھ کا موجب نہ بنیں۔ پس زبان سے، قول سے، فعل سے کوئی ایسی بات نہ کہیں جو کسی کو دکھ پہنچانے کا موجب بنے، استغفار سے کام لیتے رہیں۔ محبت کو پھیلائیں اور اسی کی اشاعت کریں۔ اللہ تعالیٰ محبت کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ خدا کرے ہمیں اس کی توفیق عطا ہو۔ آمین۔

خطبہ ثانیہ کے بعد فرمایا: السلام علیکم و خدا حافظ۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۲۸؍ اگست ۱۹۸۲ء)